www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہم عصر اقوام پر فضیلت دی تھی ۔ ۔ ۔ یہاں آدم کا ذکر حضرت نوح کے ساتھ آیا ہے جس سے ذہن اس طرف منتقل ہوتا ہے کہ اس سے مفہوم کوئی خاص فرد ہے اور وہ حضرت نوح کی طرح نبی تھے ۔"

(لغات القرآن صـ۲۱۵)

حقیقت یہ ہے کہ حضرت نوحؑ اور آلِ ابراہیمؑ کے ساتھ حضرت آدمؑ کا ذکر، ان کے زمرۂ انبیاءؑ میں شامل ہونے کا قطعی ثبوت ہے ۔ لیکن مسٹر پرویز اس سے صرفِ نظر کرتے ہوئے لفظ "اصطفاء" کی غیر ضروری بحث شروع کر دیتے ہیں :

"۔ ۔ ۔ ۔ اگرچہ اصطفاء کا لفظ قرآن میں غیر نبی کے لیے بھی آیا ہے مثلاً حضرت مریم کے متعلق دیکھیے آیت (۳/۴۲) اور خود امتِ محمدیہ کے متعلق دیکھیے آیت (۳۵/۳۲) !" (لغات القرآن صـ۲۱۵)

پھر اس غیر ضروری بحث کے بعد، نبوتِ آدم کی تردید میں کوئی قطعی اور ٹھوس دلیل پیش کرنے کی بجائے شخصیتِ آدم کے بارے میں شکوک و شبہات کے کانٹے قارئین کے دلوں میں یوں ڈالتے چلے گئے :

"بہرحال جس آدم کا ذکر سورہ آلِ عمران میں ہے وہ "جنت سے نکلنے والے آدم" سے مختلف تھے، ہو سکتا ہے کہ وہ نبی ہوں، ان کا نام آدم ہو، قرآن نے ان کا مزید تعارف نہیں کرایا ۔ اس نے سلسلۂ نبوت کا آغاز عام طور پر حضرت نوحؑ کے ذکر ہی سے کیا ہے ۔" (لغات القرآن صـ۲۱۵)

الغرض نبوتِ آدمؑ کے خلاف، مسٹر پرویز کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ :

۱ ۔ اگرچہ آدمؑ کا ذکر انبیاء کرامؑ کے ضمن میں ہوا ہے مگر پھر بھی وہ نبی نہیں تھے ۔ کیونکہ قرآنِ مجید میں لفظ "اصطفاء" غیر انبیاء کے لیے بھی مستعمل ہے ۔

۲ ۔ جس آدم کا ذکر سورۂ آلِ عمران میں ہے، وہ "جنت سے نکلنے والے آدم" سے مختلف تھے ۔

پہلی دلیل پر بحث :

جہاں تک مسٹر پرویز کی اس دلیل کا تعلق ہے کہ لفظِ اصطفاء سے آدمؑ کی نبوت کا

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اثبات نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ لفظ غیر انبیاء کے لیے بھی قرآن میں آیا ہے، تو یہ بات "سوال گندم جواب چنا" والی بات ہے! ـــــ نبوتِ آدم کا اثبات کرنے والے یہ کب کہتے ہیں کہ "اصطفاء" کا لفظ صرف انبیاء ؑ ہی کے لیے خاص ہے، لہٰذا آدم ؑ نبی ہیں ـــــ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ ـــــ "آلِ عمران کی آیت ۳۳ میں ان کا ذکر انبیاء کرام ؑ، خصوصاً حضرت نوح ؑ کے ساتھ آیا ہے، لہٰذا وہ بھی حضرت نوح ؑ ہی کی طرح ایک پیغمبر تھے "چنانچہ اس بات کا انکار خود مسٹر پرویز بھی نہیں کر پائے، اور یہ لکھنے پر مجبور ہیں کہ "جس سے ذہن اس طرف منتقل ہوتا ہے کہ اس سے مفہوم کوئی خاص فرد ہے اور وہ حضرت نوح ؑ کی طرح نبی تھے" لہٰذا حضرت آدم ؑ، جن کا نوح علیہ السلام اور آلِ ابراہیم علیہ السلام (جس سے مراد حضرت ابراہیم ؑ کی اولاد، حضرت اسماعیل ؑ اور حضرت اسحاق ؑ ہیں) کے ساتھ ذکر ہوا ہے، خود بھی نبی ہیں۔

مزید برآں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ جب قرآن نے لفظ "اصطفاء" انبیاء اور غیر انبیاء سب کے لیے استعمال کیا ہے تو یہ بات کسی قرینے ہی سے طے پا سکتی ہے کہ کہاں اس کا استعمال انبیاء ؑ کے لیے ہے، اور کہاں غیر انبیاء کے لیے؟ ـــــ کیا یہاں قرآنِ کریم نے حضرت آدم ؑ کا تذکرہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کر کے خود اس قرینے کو واضح نہیں کر دیا ہے کہ آدم ؑ جماعتِ انبیاء ؑ کے ایک فرد ہیں؟

دوسری دلیل پر بحث:

باقی رہی یہ بات کہ: "جس آدم کا ذکر سورۂ آلِ عمران میں ہے، وہ "جنت سے نکلنے والے آدم" سے مختلف کوئی فرد ہیں!" تو یہ سرے سے کوئی دلیل ہی نہیں ہے۔ بلکہ مبنی بر ظن و گمان ایک ایسا دعویٰ ہے جو بجائے خود محتاجِ دلیل ہے۔ اس طرح کے ہوائی قیاسات اور اٹکل پچو کے تیر تکوں سے نبوتِ آدم کا انکار کرنا بہت بڑی جسارت بھی ہے، اور بیوقوفی بھی!

اوّل الانبیاء آدم ؑ یا نوح ؑ؟:

رہا یہ امر کہ حضرت آدم علیہ السلام کا وجود، حضرت نوح علیہ السلام سے متقدم ہے، اور "قرآن نے سلسلۂ نبوت کا آغاز عام طور پر حضرت نوح ؑ کے ذکر ہی سے کیا ہے!" ـــــ تو یہ

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

امر باعثِ مغالطہ واقع نہ ہوتا اگر مسٹر پرویز کے ذہن میں نبوتِ آدمؑ اور نبوتِ نوحؑ کا باہمی فرق مستحضر رہتا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت، ان کے اہلِ خانہ تک محدود تھی، انہیں اقوامِ عالم میں سے کسی قوم کی طرف مبعوث نہیں کیا گیا۔ لیکن حضرت نوحؑ اور دیگر انبیاء کرامؑ کی نبوت محض ان کی اپنی آل اولاد تک محدود نہ تھی، بلکہ وہ ایک پوری قوم کی طرف مبعوث کیے گئے تھے۔ جن کی غالب اکثریت، ان کی صلبی اولاد کی بجائے دیگر افراد پر مشتمل تھی۔ اسی لیے رسالتِ نوحؑ کے لئے "اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ" کے الفاظ قرآنِ مجید میں جگہ جگہ استعمال کیے گئے ہیں۔ چونکہ حضرت آدمؑ کو تبلیغِ دین کے لیے کسی قوم، علاقہ یا نسل کی طرف بھیجا ہی نہیں گیا تھا اور وہ صرف اپنی آل اولاد تک ہی فریضۂ رسالت کی ادائیگی کو محدود پاتے تھے، اس لیے ان کے بارے میں "اَرْسَلْنَا اِلٰی قَوْمِہٖ" کی تعبیر نہیں ملتی! ___ حضرت آدمؑ اول البشر تھے اور اس وقت نسلِ انسانی، انہی کے اپنے ابناء و بنات اور احفاد و اسباط پر مشتمل تھی، اس لیے وہ ان ہی کے لیے نبی تھے۔ اس مخصوص صورتِ حال میں ان کے لیے اگر "اَرْسَلْنَا اِلٰی قَوْمِہٖ" کے الفاظ نہیں ملتے، تو حضرت نوحؑ کے بارے میں وارد ہونے والے انہی الفاظ سے یہ استنتاج کرنا کہ "(آدم نبی ہی نہیں تھے اور) قرآن نے سلسلۂ نبوت کا آغاز عام طور پر حضرت نوحؑ کے ذکر سے کیا ہے" حقائق کی قطعی غلط تعبیر ہے۔ حضرت نوحؑ کے بارے میں "اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ" کے الفاظ سے قرآنِ مجید صرف یہ بتانا چاہتا ہے کہ وہ پہلے نبی تھے، جنہیں کسی خاص قوم یا نسل کی طرف بھیجا گیا، کیونکہ ان سے قبل آدم علیہ السلام تو صرف اپنی آل اولاد ہی کی حد تک نبی تھے۔

مسٹر پرویز کی نبوتِ آدمؑ کے خلاف "سب سے بڑی دلیل" اور اس کا جائزہ:

نبوتِ آدمؑ کے خلاف اب ہم مسٹر پرویز کی اس دلیل کا جائزہ لیتے ہیں، جسے خود انہوں نے سب سے بڑی دلیل قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ:

> "سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ قصۂ آدم میں کہا گیا ہے کہ خدا نے آدم کو بالتصریح ایک حکم دیا، اور آدم نے اس سے معصیت برتی۔ اس قسم کی معصیت کسی نبی کا شیوہ نہیں ہوسکتا .... حضرات انبیاء تو ایک طرف۔

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

جیسا کہ بتایا جا چکا ہے، ابلیس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے کہ: اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ (۱۵/۴۲) یقیناً میرے بندوں پر تجھے غلبہ حاصل نہیں ہو گا!" (تفسیر مطالب الفرقان ج ۲ ص ۶۳)

یہاں دو باتیں قابلِ غور ہیں:

اوّلاً یہ کہ ـــــ آدمؑ کی یہ معصیت تھی کس قسم کی؟ جس کے متعلق مسٹر پرویز کا فرمان یہ ہے کہ: "اس قسم کی معصیت کسی نبی کا شیوہ نہیں ہو سکتی" ـــــ حقیقت یہ ہے کہ آدمؑ نہ تو معصیت کوش تھے، اور نہ ہی نافرمانی رب کا وہ کوئی ارادہ رکھتے تھے۔ بات صرف یہ ہوئی کہ (پرویز ہی کے اپنے الفاظ ہیں):

"وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّیْ لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ـ شیطان نے قسمیں کھا کر کہا، جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس میں میرا اپنا کوئی فائدہ نہیں، میں یہ سب کچھ تمہاری خیر خواہی کے لیے کہہ رہا ہوں!" (مفہوم القرآن آیت (۷/۲۱))

اور حضرت آدمؑ، جن کے حاشیۂ خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ کوئی فرد، خدا کے نام کی قسم کھا کر بھی کسی کو دھوکہ دے سکتا ہے، اپنی فطری سادگی کی بناء پر اس چکمہ کا شکار ہو گئے۔ پھر یہ دھوکا دہی کا پہلا موقع بھی تھا، کہ اس سے قبل انہیں کبھی کسی فریب دہی اور دھوکہ بازی کی صورتِ حال کا سامنا نہ ہوا تھا، (بلکہ اس وقت آدمؑ اپنی فطرت کی ایسی سادگی اور پاکیزگی پر قائم تھے کہ جھوٹ، دھوکہ، فریب وغیرہ رذائل سے ان کا تعارف ہی نہ ہوا تھا) اس لیے وہ شیطان کے فریب میں آ گئے۔ پھر کیا حضرات انبیاء علیہم السلام عالم الغیب ہوتے ہیں کہ کسی بدباطن کے دھوکہ میں نہ آئیں؟ اور کیا یہ واقعی اسی قسم کی معصیت ہے جس سے انبیاء علیہم السلام بالاتر ہوتے ہیں؟

ثانیاً مسٹر پرویز کا یہ استدلال کہ: "شیطان نے آدمؑ پر غلبہ پا لیا جب کہ نبی تو رہا ایک طرف، وہ اللہ کے مخلص بندوں پر بھی حاوی نہیں ہو سکتا" ـــــ از حد لغو استدلال ہے اور جو غلبۂ شیطان کی حقیقت سے بے بہرہ ہونے کا نتیجہ ہے!

غلبۂ شیطان یا مسِ شیطان؟

غلبۂ شیطان کا اصل مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کے جملہ امور میں نہیں تو اکثر و بیشتر

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

امور میں شیطان کا پیرو بن جائے۔ اور شیطان کو اس پر اس قدر قابو حاصل ہو جائے کہ وہ اسے راہِ راست پر نہ رہنے دے! ــــ رہا کسی ایک آدھ معاملے میں شیطانی وسوسے کا شکار ہو جانا، تو اسے "غلبۂ شیطان" سے تعبیر کرنا سوئے تعبیر ہے۔ اسے زیادہ سے زیادہ "مسِ شیطان" کہا جا سکتا ہے۔ چنانچہ قرآنِ مجید، خود "غلبۂ شیطان" اور "مسِ شیطان" کے مابین فرق کرتا ہے ــــ وہ اول الذکر کے متعلق تو یہ کہتا ہے کہ: "لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ" (الحجر: ۴۲) "یقیناً میرے بندوں پر تجھے غلبہ حاصل نہیں ہوگا۔" (مطالب الفرقان از پرویز ج ۲ ص ۶۳) لیکن "مسِ شیطان" کے متعلق خود قرآنِ مجید ہی یہ بیان فرماتا ہے کہ اہلِ تقویٰ حضرات بھی بعض اوقات اس سے محفوظ نہیں رہ پاتے۔ تاہم خدا کی یاد جب ان کی آنکھیں کھول دیتی ہے تو ان کی بصیرت میں جلا پیدا ہو جاتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ" (الاعراف: ۲۰۱)

اس آیت کے تحت خود مسٹر پرویز نے مسِ شیطان سے متعلق لکھا ہے:

"مومن وہ ہیں جو دانستہ سرکش جذبات[1] (شیطان) کو اپنے اوپر غالب نہیں آنے دیتے، لیکن اگر کبھی ایسا ہو کر اس قسم کا خیال یونہی گھومتے گھماتے ان کے دل میں آ جائے تو وہ فوراً قوانینِ خداوندی کو اپنے سامنے لے آتے ہیں۔ اس سے یک لخت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں، ان کی بصیرت میں جلا پیدا ہو جاتی ہے، جس سے وہ پہچان لیتے ہیں کہ یہ ابلیسی فریب ہے اور اسے اپنے دامنِ نگاہ سے جھٹک کر الگ کر دیتے ہیں، کہا کہ ایسے لوگوں کو متقی کہا جاتا ہے!" (تفسیر مطالب الفرقان ج ۱ ص ۲۲۲)

اب حضرت آدمؑ کے معاملے کو لیجیے، پوری زندگی میں وہ صرف ایک مرتبہ ابلیس کے چکمہ میں آئے ہیں اور وہ بھی محض اس بناء پر کہ ابلیس نے قسمیں کھا کھا کر اپنے تئیں انکا خیرخواہ باور کروایا تھا۔ پھر اس بات کو بھی نظر انداز کر دیجیے کہ یہ واقعہ زمانہ قبل از نبوت کا تھا یا بعد از عطاءِ نبوت کا ــــ یہ بات قرآنِ مجید سے ثابت ہے کہ جونہی ان کی آنکھیں کھلیں اور وہ اپنی

[1] کیا شیطان کی حقیقت یہ ہے کہ وہ انسان کے سرکش جذبات ہی کا دوسرا نام ہے؟ ــــ اس پر پھر کبھی بحث ہوگی۔ ان شاء اللہ!

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

غلطی پر متنبہ ہوئے تو بارگاہِ ایزدی میں ندامت کے ساتھ معافی کے خواستگار ہوئے! تو پھر کیا اس صورتِ حال پر "غلبۂ شیطان" کا عنوان چسپاں کر کے نبوتِ آدم کا انکار کرنا غیر مناسب الفاظ کا انتہائی بے رحمانہ استعمال اور دلائل کا منہ چڑانے والی بات نہیں تو اور کیا ہے ؟ ——

حقیقت یہ ہے کہ یہ محض "مسِ شیطان" ہے، جو انبیاؑ تک کو احیاناً لاحق ہو سکتا ہے اور جس کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً یہ کہ شیطان سببِ نسیان بن جائے، یا یہ کہ وہ وسوسہ اندازی کرے، یا کسی برائی کے لیے اکساہٹ اور ترغیب پیدا کرے! —— خود قرآنِ مجید میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کے ساتھ اس قسم کے "مسِ شیطان" کا ذکر موجود ہے۔ چنانچہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق ارشادِ ربانی ہے :

"وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ" (حٰم السجدۃ : ۳۶)

"اور اگر آپؐ شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ محسوس کریں تو اللہ کی پناہ مانگیے۔"

"وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ط وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ"

(الانعام : ۶۸)

"اور اے نبیؐ، جب آپ دیکھیں کہ لوگ ہماری آیات پر نکتہ چینیاں کر رہے ہیں تو ان کے پاس سے ہٹ جائیے، یہاں تک کہ وہ اس گفتگو کو چھوڑ کر دوسری باتوں میں لگ جائیں۔ اور اگر کبھی شیطان آپؐ کو بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھیے"!

اور حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق تو قرآنِ کریم نے صریح طور پر "مسِ شیطان" ہی کا لفظ استعمال فرمایا ہے :

"وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ م اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ؈" (ص : ۴۱)

"اور ہمارے بندے ایوبؑ کا ذکر کیجیے، جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مسِ شیطان سے میں سخت تکلیف اور عذاب میں ہوں"!

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

بہر حال، حضرت آدمؑ سے اتفاقاً واقع ہو جانے والی ایک فروگزاشت پر (جس کے وقوع کی انھوں نے کوئی نیت نہ کی تھی) یہ کہنا کہ 'شیطان نے ان پر غلبہ پالیا تھا، حقیقتِ حال کی قطعی غلط ترجمانی ہے!

نبوتِ آدم اور عقلِ عام

یہ ایک قطعی حقیقت ہے کہ انسان محض اپنی عقل کے بل بوتے پر زندگی کے ٹیڑھے راستوں میں سے راہِ راست، غلط افکارِ حیات میں سے فکرِ صحیح ——— اور باطل طرقِ معاشرت میں سے حق طریقۂ معاشرت، نہیں پا سکتا۔ ہاں اس کے لیے وہ وحیِ ربانی کا محتاج ہے۔ یہ ایک ایسا بدیہی امر ہے کہ جس کا خود مسٹر پرویز نے بھی جگہ جگہ اعتراف کیا ہے۔ اور معارف القرآن جلد دوم میں "وحی" کے زیرِ عنوان، انھوں نے بڑی تفصیل سے اس مضمون کو بیان کیا ہے۔

اب اگر حضرت آدم علیہ السلام کو، جو اول البشر تھے، خود خدا نے وحی کے ذریعہ سے صحیح ضابطۂ حیات عطا نہیں فرمایا تھا، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے انھیں پیدا کر کے تاریکی میں چھوڑ دیا تھا اور فکرِ صحیح کی کوئی روشنی انھیں عطا نہیں کی تھی۔ ان کی جسمانی (و یا حیوانی) زندگی کی ضروریات کا سروسامان تو کر دیا مگر اُن کی اُس روحانی (یا انسانی) زندگی کی ضرورت پورا کرنے کا کوئی بند و بست نہیں کیا، جو انھیں بطورِ انسان لاحق تھی! ——— اس دنیا میں معاش کی راہ چلتے ہوئے آسمانی قندیلوں سے تو ان کی راہنمائی کی، مگر معاد کی راہ واضح کرنے کے لیے انھیں کوئی روشنی اور راہنمائی عطا نہیں فرمائی! تو پھر کیا انسان کی مظلومیت اس سے بڑھ کر بھی کوئی ہو سکتی ہے کہ اس کا خالق اسے پیدا کر کے اس کی حیوانی ضروریات پوری کرنے کا بندوبست تو کر دے، مگر اس کی انسانی ضروریات پوری کرنے پر توجہ نہ فرمائے؟ ——— کیا خدا کے متعلق یہی بدگمانی مسٹر پرویز کا طرۂ امتیاز ہے؟

——— لامحالہ، عقلِ عام یہاں یہ حکم لگاتی ہے کہ نوعِ بشر کے اس اولین فرد کو نورِ وحی سے ضرور بالضرور سرفراز ہونا چاہیے تھا، تاکہ وہ فکرِ صحیح کی روشنی میں عملِ صالح کے راستہ پر چل کر دنیا و آخرت میں سرخرو ہوتا! کیونکہ انسان جب تک انسان ہے وحیِ الٰہی کا محتاج ہے، خواہ یہ وحی اُسے براہِ راست ملے یا کسی نبی کے توسط سے ملے! اور چونکہ آپؑ اول البشر تھے، لہٰذا آپؑ کو نبی تسلیم کرنا لازم!

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

نبوتِ آدمؑ پر قرآنی دلیل!

خدا کی رضا اور ناراضا کن امور میں ہے؟ اس کے اوامر و نواہی کی تفصیل کیا ہے؟ اس کے ہاں سے لغزش کی معافی کیسے مل سکتی ہے؟ ان تمام باتوں کو انسان اپنی عقل سے نہیں جان سکتا، ہاں یہ صرف وحی الٰہی ہی سے ممکن ہے! —— چنانچہ قرآنِ مجید یہاں فرماتا ہے کہ —— حضرت آدمؑ سے جب اس لغزش کا صدور ہوا تو انہیں ندامت ہوئی، مگر یہ نہ جانتے تھے کہ روٹھے ہوئے آقا کو کیسے راضی کیا جائے؟ تو رحمتِ ایزدی جوش میں آئی اور آدمؑ کو وہ کلمات مل گئے، جن سے انھوں نے اپنا گوہر مقصود پالیا:

"فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ؀" (البقرۃ: ۳۷)

"تب آدمؑ نے اپنے رب سے چند "کلمات" پا لیے اور توبہ کی، جسے اس کے رب نے قبول فرما لیا، کہ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔"

ان "کلمات" سے کیا مراد ہے؟ —— تفصیلی بحث کے بعد خود مسٹر پرویز نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ:

"کلمات سے مراد وہ قوانینِ خداوندی ہیں جو وحی کی رو سے عطا کیے گئے ہوں!" (تفسیر مطالب الفرقان ج ۲ ص ۱۳۲)

اب اگر آدم علیہ السلام نے خدا کی طرف سے یہ کلمات (قوانینِ خداوندی) وحی کی صورت میں حاصل کر لیے تھے، تو پھر ان کی نبوت میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے؟ —— حقیقت یہ ہے کہ مسٹر پرویز کی طرف سے آیت کی یہ تفسیر و توضیح، نبوتِ آدمؑ کو ہر شک و شبہ سے بالاتر کر دیتی ہے! —— اس کے بعد بھی نبوتِ آدمؑ کا انکار کرنا، قرآن کے نام پر خواہشاتِ نفس کی اتباع کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ!

٭ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ شکریہ!

(منیجر)

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com
Regd. No. L : 7896 Phone : 852897

Monthly 'MUHADDIS' Lahore

★ عناد اور تعصّب قوم کے لیے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں ــــــــ لیکن تعصبات سے بالاتر افہام و تفہیم اُمّت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

★ علوم جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقا کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں ــــــــ لیکن قدیم علوم اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دقیانوس بتانا اُمّت کی تباہی کا سبب ہے۔

★ غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے ــــــــ لیکن دین اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا، حمیّت دینی اور غیرت اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

★ تبلیغ دین اور نشر و اشاعت اسلام میں حکمت عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیّہ کے خلاف ہے ــــــــ لیکن حرام و حلال کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و مسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی رُوح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

★ آئین و سیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے ــــــــ لیکن

ع جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

★ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اوصاف میں داخل ہے ــــــــ لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

◎

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو:

مُحدّث

کا مطالعہ فرمایئے۔ آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزیّن پائیں گے ان شاء اللہ۔ کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

زرِ سالانہ ۵۰ روپے

فی پرچہ ۵/- روپے

© rasailojaraid.com
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL J 99 (J) MODEL TOWN, LAHORE-14
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ